تالیف: شیخ محمد صالح العثیمین
مترجم: حافظ عبد الحنان کیلانی

عصر حاضر کے نوجوانوں کے مسائل اور اُن کا حل

موجودہ دور مغربی فکر و فلسفہ اور مادی نظاموں کے غلبے کا دور ہے۔ مغرب کی موجودہ فکر نے اِنسانیت پر صرف اپنے گہرے اَثرات ہی نہیں مرتب کیے بلکہ حیاتِ انسانی کو اپنے مطلوبہ سانچوں کے مطابق ڈھالا بھی ہے جس کی وجہ سے اَقدار و روایات کا مضبوط نظام تہہ وبالا ہو کر رہ گیا ہے۔ اِنسانیت بڑی سخت معنوی تبدیلیوں سے گزر رہی ہے۔ ان کٹھن اور تلخ حالات نے سب سے زیادہ مسائل ہمارے مسلم نوجوانوں کے لئے پیدا کئے ہیں جو ایک ایسے دین کے پیروکار ہیں جو اپنے دائمی اور عالمگیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، جو اپنی تعبیر میں لا محدود وسعتوں کا قائل ہے، ایسے دین کی اِتباع میں اس سے غیر متعلقہ پیوندکاری کی کیسے گنجائش نکل سکتی ہے؟

دوسری طرف سے یہ پریشانی ہے کہ پُرفتن حالات میں بھی علماے اسلام کی طرف سے ایسا حل پیش نہیں کیا جارہا جو پیش آمدہ مسائل کو بطریق اَحسن کامل طور پر حل کرنے کا ضامن ہو۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر اَلمیہ یہ ہے کہ وہ اپنے ماحول اور معاشرے میں اپنی دینی ثقافت کا رنگ بھی نہیں پاتا۔ اس کے پاس اَسلاف سے رشتہ و ناطہ جوڑنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے یعنی وہ لٹریچر جو اَسلاف نے اپنے دور کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر تیار کیا تھا۔ بالعموم ہمارے مسلم نوجوان ان مسائل کا شکار ہیں، کیونکہ بوڑھوں کی زندگی جن سانچوں میں ڈھلی ہوئی تھی، وہ اپنے دور کے فکری تقاضوں کے بقدر ہم آہنگ تھے۔ وہ انہیں پہ کار بند ہیں اور انہی کے مطابق رہنا چاہتے ہیں۔ چاہے حالات کا طوفان جس طرف بھی بہہ جائے جبکہ نوجوان ہر آنے والی تبدیلی کا بری طرح شکار ہوتے ہیں۔

ہماری نظر میں نوجوانوں کے ان مسائل کا حل دو چیزوں میں پنہاں ہے:

① دین سے گہرا رابطہ ورشتہ ② اخلاق

یہی دونوں چیزیں معاشرے کے ستون ہیں، انہی سے دنیا اور آخرت کی اِصلاح ہوسکتی ہے اور انہی کے ذریعے خیرات وبرکات کو حاصل کیا جاسکتا اور شرور وآفات ختم ہوسکتی ہیں۔

یہ بات تو بلا شبہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح مکان صرف اپنے مکینوں سے ہی آباد ہوتا ہے ایسے ہی دین، دینداروں سے ہی قائم ہوتا ہے۔ جب وہ دین کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیں گے تو پھر ان کا دشمن چاہے کوئی بھی ہو تو اللہ ان کی مدد کریں گے۔

قرآن میں ہے: ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ﴾[1]

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوطی سے جما دے گا۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے تو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو بھٹکا دیا ہے۔"

جب حقیقت یہ ہے کہ دین صرف دینداروں کے ذریعے ہی قائم ہوتا ہے تو ہم اہل اسلام اور اس کا عَلَم اٹھانے والوں پر لازم ہے کہ سب سے پہلے بذاتِ خود اس پر عمل پیرا ہوں۔ تاکہ ہم دنیا کے لیے قیادت وہدایت کا فریضہ سر انجام دے سکیں اور توفیق واصلاح کا محور بن سکیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنّت سیکھیں جو ہمیں قول وعمل اور راہنمائی ودعوت کا اہل بنا دے تاکہ ہم ہر اُس شخص کے لیے جو حق وباطل کی تلاش اور اس میں امتیاز کا اِرادہ رکھتا ہے، اَسلاف کی روایات کے امین اور روشن چراغ کے متحمل بن سکیں۔

پھر ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ جو کچھ ہم نے سیکھا ہے، اسے اپنی عملی زندگی میں ایسی تطبیق کریں جس کا چشمہ ایمان ویقین اور اخلاص واتباع سے پھوٹے۔ صرف باتیں اور دعوے ہی کرنا اہل اِسلام کے شایانِ شان اور لائق نہیں، کیونکہ جب عمل بات کی تصدیق نہ کرے تو

۱ سورۃ محمد: ۸،۷

قائل کی بات کوئی مثبت اَثر نہیں رکھتی بلکہ اس کی دعوت کے اثرات بر عکس ہو سکتے ہیں۔
اِرشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ ﴾[1]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔"

ہمارے لیے زیادہ مناسب یہی ہو گا کہ ابتداءً ہم اپنی بحث کا آغاز اس طریقے سے کریں کہ نوجوانوں کے اَفکار و اعمال کے بارے میں غور کریں تاکہ جو اعمال صالح ہوں ان کی حوصلہ اَفزائی کر سکیں اور جو فاسد ہیں ان کی اصلاح کی جا سکے، کیونکہ آج کے نوجوان کل کے ذمہ دار شہری ہیں اور نوجوان ہی وہ اَساس ہیں جن پر اُمّت کے مستقبل کی بنیاد ہے۔ اسی وجہ سے نصوصِ شرعیہ میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک اور اس چیز کی طرف رہنمائی کرنے پر اُبھارا گیا ہے جس میں اِصلاح اور خیر ہو اور جب نوجوانوں کی اصلاح ہو جائے گی تو عنقریب اُمّت کا مستقبل روشن ہو جائے گا پھر ہمارے بزرگ نسل کے جانشین نیک اور صالح لوگ ہوں گے۔ نوجوان ہی اُمّت کی وہ اَساس ہیں جن پر اُمت کے مستقبل کا دار و مدار ہے اور ان کی اصلاح دو مضبوط معاشرتی ستونوں یعنی دین و اخلاق پر مبنی ہے۔

نوجوانوں کے رجحانات

جب ہم ایک تحقیقی نظر سے عصر حاضر کے نوجوانوں کے بارے میں غور و خوض کرتے ہیں تو ہمیں تین طرح کے لوگ نظر آتے ہیں:

① وہ نوجوان جو صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔
② وہ نوجوان جو الحاد و دہریت کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔
③ وہ نوجوان جو دونوں رجحانات کے مابین ابھی تک حیران و پریشان ہیں۔

۱ سورۃ الصف: ۲،۳

صراطِ مستقیم پر گامزن نوجوانوں کے اَوصاف

وہ نوجوان جو صراطِ مستقیم پر چلنے والے ہیں وہ درج ذیل اَوصاف کے حامل ہوتے ہیں:

① ایسا نوجوان جو اسلام کے تمام تقاضوں کو کماحقہ تسلیم کرتا ہے، وہ اپنے دین پر محبت کے ساتھ ایمان لاتا ہے۔ اس کے تمام فرائض کی بجا آوری اور اس پر فخر کرتا ہے اس کے ساتھ کامیابی کو غنیمت اور اس سے محرومی کو سراسر خسارہ سمجھتا ہے۔

② ایسا نوجوان جو اللہ کے دین کے لیے مخلص ہو کر اُس اکیلے کی بلا شرکت غیرے عبادت کرتا ہے۔

③ ایسا نوجوان جو اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کے قول و عمل اور اَوامر و نواہی میں اِتباع کرتا ہے، کیونکہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لایا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور میرے پیشوا و مطاع ہیں۔

④ ایسا نوجوان جو اپنی اِستطاعت کے مطابق بہترین طریقے سے نماز اَدا کرتا ہے اور نماز پڑھنے سے جو اِنفرادی، اجتماعی، دینی اور دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں، ان پر وہ ایمان رکھتا ہے۔

⑤ ایسا نوجوان جو زکوٰۃ کو مکمل صورت میں اس وجہ سے ادا کرتا ہے کہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں نیز یہ کہ اس کی اَدائیگی سے اسلام کے پانچ اَرکان میں سے ایک رکن کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

⑥ ایسا نوجوان جو خواہ گرمی ہو یا سردی رمضان کے روزے رکھتا ہے۔ اپنی خواہشات و لذّات سے خود کو باز رکھتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنے ربّ کی رضا پر ایمان رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو اس چیز سے جوڑے رکھتا ہے جسے اس کے ربّ نے اس کے لیے پسند کیا ہے۔

⑦ ایسا نوجوان جو اس لیے بیت اللہ میں حج کا فریضہ اَدا کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے گھر سے محبت کرتا ہے اور اس کی رحمت و مغفرت کے شہروں کی طرف سفر کرنا پسند کرتا ہے نیز

مسلمان بھائی جو اُن شہروں کی طرف جارہے ہیں، اُن کے ساتھ شریک ہونا اسے اچھا لگتا ہے۔

⑧ ایسا نوجوان جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے کہ اس نے اسے پیدا کیا ہے اور زمین و آسمان کو بھی پیدا کیا ہے، کیونکہ وہ اللہ کی ایسی نشانیاں دیکھتا ہے جو اس کے وجود پر اتنی واضح دلالت کرتی ہیں کہ اس کے وجود میں کسی قسم کے شک وتردّد کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔ چنانچہ یہ کائنات جو اپنی شکل اور نظام میں ایک بالکل نئی اور وسیع و عریض ایجاد ہے، وہ اسے دیکھتا ہے تو یہ اپنے مُبدع وموجد کے وجود، اس کے کمالِ قدرت اور اس کی بالغ حکمت پر قطعی طور پر دلالت کرتی دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ یہ کائنات خود بخود وجود میں آ ہی نہیں سکتی اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اَچانک وجود میں آجائے۔ چنانچہ یہ اپنے وجود سے پہلے معدوم تھی اور معدوم تو وجود نہیں رکھتا، کیونکہ وہ غیر موجود ہے۔ ایسے ہی یہ بھی ممکن نہیں کہ یہ کائنات خود بخود معرضِ وجود میں آ جائے۔ کیونکہ اس کا ایک نظام ہے جو جدید اور متناسب و مسلسل ہے جو اپنے طے شدہ قانون سے متغیر اور مختلف نہیں ہوتا، وہ قانون جسے اللہ نے اس کے لیے مقرر کیا کہ یہ اس پر چلے۔ قرآن میں ہے:

﴿ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴾ [1]

"تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم کبھی نہ دیکھو گے کہ اللہ کی سنّت کو اس کے مقررہ راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے۔"

نیز فرمایا: ﴿ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ ۝ ﴾ [2]

" تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ۔ تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ

۱ سورۃ فاطر: ۴۳

۲ سورۃ الملک: ۳،۴

آئے گی۔"

لہٰذا جب یہ کائنات ایک بدیع اور متناسب وہموار نظام پر چل رہی ہے تو یہ بات ناممکن ہے کہ یہ اَچانک یا اتفاقیہ طور پر معرضِ وجود میں آجائے۔ کیونکہ اگر یہ خود اتفاقیہ طور پر معرضِ وجود میں آئی ہوگی تو پھر لامحالہ اس کا انتظام بھی اتفاقیہ ہوگا جو کسی بھی لمحہ تبدیل یا مضطرب ہو سکتا ہے۔

⑨ ایسا نوجوان جو فرشتوں پر ایمان رکھتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اس کے رسول نے ان کے بارے میں سنّت میں خبر دی ہے۔ مزید یہ کہ کتاب وسنت میں ان کے وہ اَوصاف، عبادات اور اعمال بھی موجود ہیں جن سے وہ متصف ہیں اور وہ مخلوق کی مصلحت کے لیے ہیں۔ یہ تمام خبریں ان کے وجود کی حقیقت پر قطعی دلیل ہیں۔

⑩ ایسا نوجوان جو اللہ کی ان کتابوں پر ایمان رکھتا ہے جو اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائی ہیں اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی بھی کرتی ہیں۔ کیونکہ عقل انسانی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ عبادات ومعاملات کی مصلحتوں کا تفصیلاً اِدراک کر سکتی۔

⑪ ایسا نوجوان جو اللہ کے نبیوں اور اس کے اُن رسولوں پر ایمان لاتا ہے جنہیں اللہ نے مخلوق کی طرف مبعوث کیا تھا جنہوں نے اس کی مخلوق کو نیکی کی طرف دعوت دی، نیکی کا حکم دیا اور بُرائی سے روکا تاکہ رسولوں کے بعد ان پر کوئی حجت نہ رہے اور سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام تھے اور سب سے آخری پیامبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ایسا نوجوان جو یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو اُن کی موت کے بعد اس لیے اُٹھائے گا تاکہ وہ اُنہیں ان کے اعمال کی جزا دے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ [1]

"پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی

۱ سورۃ الزلزال: ۷،۸

کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔"

یہ اسی وجہ سے ہے کہ آخرت، دنیا کا حاصل اور کھیتی ہے۔ چنانچہ دنیا کی زندگی کا کوئی فائدہ اور حکمت و مقصد ہی نظر نہیں آتا جب تک مخلوق کے لیے ایک ایسا دن نہ ہو جس میں نیک کو اپنی نیکی کا اور بُرے کو اپنی بُرائی کا جزا وصلہ نہ ملے۔

⑫ ایسا نوجوان جو تقدیر کے اچھے بُرے ہونے پر ایمان رکھتا ہے یعنی وہ ایمان لاتا ہے کہ ہر چیز اللہ کے قضا اور اس کی قدر کے ساتھ ہے۔ مزید یہ کہ اَسباب اور ان کے اَثرات و نتائج پر ایمان لاتا ہے۔ وہ مانتا ہے کہ خوش بختی اور بد بختی کے بھی اَسباب ہیں۔

⑬ ایسا نوجوان جو دین اسلام کو اللہ، اس کے رسول ﷺ، مسلمان حکمران اور عام رعایا کے لیے بھلائی کے ساتھ اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا وہ مسلمانوں کے ساتھ اس طرح واضح اور صراحت سے معاملات کو سر اَنجام دیتا ہے جیسے باقی مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے ساتھ معاملہ کریں یعنی اس معاملے نہ کوئی دھوکہ ہو، نہ مغالطہ، نہ ٹال مٹول اور نہ ہی کوئی بات چھپائی جائے۔

⑭ ایسا نوجوان جو اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ اس طریقے سے بلاتا ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ جیسے:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾[1] "اے نبی ﷺ، اپنے ربّ کے راستے کی طرف دعوت و حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔"

⑮ ایسا نوجوان جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے منع کرتا ہے۔ وہ اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ اسی میں قوموں اور اُمّت کی سعادت ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

۱ سورۃ النحل: ۱۲۵

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾[1]

''تم ایک بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہو نیکی کا حکم کرتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔''

⑯ ایسا نوجوان جو بُرائی کو اس طریقے سے بدلنے کی کوشش کرتا ہے جیسے بدلنے کا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: «من رأى منكم منكرًا فليغيّره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه»[2]

''جو تم میں سے بُرائی دیکھے، وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر ہاتھ سے بدلنے کی اِستطاعت نہیں تو زبان سے بدل دے، اگر زبان سے بھی نہیں بدل سکتا تو اسے دل سے بُرا جانے۔''

⑰ ایسا نوجوان جو سچ بولتا ہے اور سچائی کو تلاش کرتا ہے، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنّت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ ایک آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور ہمیشہ سچائی کی تلاش میں رہتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں سچا لکھا جاتا ہے۔

ایسا نوجوان جو تمام مسلمانوں کے لیے بھلائی کو پسند کرتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: «لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه»[3]

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

⑱ ایسا نوجوان جو اللہ تعالیٰ اور اُمّت و وطن کے سامنے مسئولیت کا شعور رکھتا ہے وہ اپنی 'اَنا' سے بلند و بالا ہو کر ہمیشہ دین، اُمّت اور وطن کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ ذاتی اور اِنفرادی مصلحت پر اجتماعی مصلحتوں کو ترجیح دیتا ہے۔

⑲ ایسا نوجوان جو اللہ کے لیے، اتنے اِخلاص سے دین کی ترویج کی کوشش کرتا ہے کہ اس

۱ سورۃ آل عمران: ۱۱۰
۲ صحیح مسلم: ۴۹
۳ صحیح بخاری: ۱۳

میں کسی قسم کی ریا یا شہرت کی طلب نہیں ہوتی۔ خود پسندی کا شکار ہوئے بغیر اور صرف اُسی ذات پر بھروسہ کر کے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اسلام اور اہل اسلام کی خدمت کے لیے اپنی زبان، ہاتھ اور مال سے مجاہدہ و جہاد کرتا ہے۔

۲۰ ایسا نوجوان جو صاحبِ خُلق اور صاحب دین ہوتا ہے یعنی وہ اچھے اخلاق کا حامل ہوتا ہے۔ دین میں راہِ راست پر چلنے والا ہوتا ہے۔ نرم گوشہ اور عالی ظرف ہوتا ہے۔ کریم النفس اور پاکیزہ دل، صابر و متحمل مزاج ہوتا ہے۔ لیکن پُر عزم اور اپنے فرصت کے لمحات کو ضائع نہیں کرتا۔ اس کی عقل و اصلاح کے پہلو پر نرمی اور سستی غالب نہیں آتے۔

۲۱ ایسا نوجوان جو دانا اور سنجیدہ ہوتا ہے۔ کام کرتا ہے تو حکمت اور خاموشی، مشقت اور بھرپور یقین کے ساتھ۔ اپنی عمر کا ہر لمحہ ایسی مصروفیت میں گزارتا ہے جو اس کے لیے اور اس کی اُمّت کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔

۲۲ یہ نوجوان اپنے دین و اَخلاق اور اپنے رویے کا محافظ ہوتا ہے۔ وہ ہر اس چیز سے دور رہتا ہے جو اس کی مؤمنانہ طرزِ زندگی کے مخالف ہوتی ہے۔ یعنی کہ ہر ایسی فکر، اِلحاد، فسق وعصیان، گھٹیا اَخلاق اور بُرے معاملات سے ہر طرح کی دوری اختیار کرتا ہے۔

پس اِس طرح کا نوجوان اُمّت کے لیے فخر کا باعث اور اُمت کی حیات، سعادت اور دین کی روح ہے۔ یہی وہ نوجوان ہے جس کے بارے میں ہم اللہ سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے فضل سے اسلام اور مسلمانوں کے خراب حالات کی اصلاح کرے گا اور سالکین اِلیٰ اللہ کا راستہ روشن کرے گا۔ یہی وہ نوجوان ہے جو دنیا و آخرت کی سعادت کو پالیتا ہے۔

دوسری قسم: گمراہی کا شکار نوجوان

۱ دوسری قسم کا وہ نوجوان ہے جو اَپنے عقیدے میں منحرف، رویے میں جلد باز، اپنی ذات میں متکبر اور رذائل میں ڈوبا ہوا، اس پر مستزاد یہ کہ حق قبول نہیں کرتا اور باطل سے خود کو روکتا نہیں۔ اپنے معاملات میں ایسی آزادانہ روش اختیار کرتا ہے گویا

کہ وہ دنیا کے لیے اور دنیا صرف اس اکیلے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

۲ ایسا نوجوان جو حقوق اللہ اور حقوق العباد ضائع کرنے پر کسی قسم کی پروا نہیں کرتا۔

۳ ایسا نوجوان جو لا قانونیت کا حامی اور انار کی مزاج رکھتا ہے، اپنے رویے اور تمام معاملات میں غیر معتدل ہوتا ہے۔ اپنی رائے کو ایسے پسند کرتا ہے گویا اسی کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے اور دوسرے غلطیوں اور خطاؤں کا پتلا ہیں۔

۴ اَیسا نوجوان اپنے دین کے معاملے میں راہِ راست اور اپنے معاملات میں اجتماعی رسوم ورواج سے اَٹا ہوا ہوتا ہے، لیکن اس کا بُرا عمل اس کے لیے مزین ہوتا ہے چنانچہ وہ اسے اچھا ہی تصور کرتا ہے۔ درحقیقت اپنے اَعمال میں سب سے زیادہ ناکام ونامراد وہی لوگ ہیں جن کی دنیا کی زندگی میں ساری سعی وجہد راہِ راست سے بھٹکتے گزری اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔

۵ یہ نوجوان اپنی ذات پر نحوست اور اپنے معاشرے پر مصیبت ہوتا ہے۔ وہ اُمت کو قعرِ مذلت میں گرا دیتا ہے۔

تیسری قسم

تیسری قسم کا وہ نوجوان ہے جو حیران و سرگرداں ہوتا ہے۔ وہ واضح شاہراہ کی بجائے چوراہوں پر ہی متردّد و متحیر ہوا رہتا ہے۔ حق کو پہچان جاتا ہے، اس پر مطمئن بھی ہو جاتا ہے اور معاشرے میں نیک بن کر زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے۔ مگر اَچانک اس پر ہر طرف سے بُرائی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ پھر اس کے عقیدے میں شک، رویے میں اِنحراف اور عمل میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

اس طرح کا نوجوان جو اپنی طرزِ زندگی میں منفی رویہ اختیار کرتا ہے۔ وہ ایک قوی سہارے کا محتاج ہوتا ہے جو اسے حق کی طرف لے جائے۔ ایسے نوجوان کو جب اللہ تعالیٰ خیر کا داعیہ عطا فرماتے ہیں تو اس پر بھلائی کا راستہ آسان ہو جاتا ہے بالخصوص جب وہ صاحبِ حکمت، صاحبِ علم اور نیت حسنہ کا حامل ہو۔

اس طرح کے نوجوانوں نے پرورش تو ایک اسلامی معاشرے میں پائی ہوتی ہے، لیکن سائنسی علوم بہت زیادہ پڑھے ہوتے ہیں۔ ان سائنسی علوم کی تعبیر یا تو حقیقتاً شریعتِ اسلامیہ کے مخالف ہوتی ہے یا وہ نوجوان اپنی کج فہمی کی بنا پر اسے مخالف سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اس طرح کی اضطرابی حالت سے چھٹکارے کا راستہ یہ ہے کہ اِسلامی ثقافت کو دل جمعی سے اختیار کیا جائے اور اسے اس کے اَصلی سر چشمہ یعنی کتاب و سنت سے حاصل کیا جائے، وہ بھی مخلص و متدین علما کے ہاتھوں۔

نوجوانوں کے انحراف کے اسباب اور اُن کا حل

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو نوجوانوں کی گمراہی و اِنحراف کے کئی اَسباب سامنے آتے ہیں کیونکہ نوجوانی کی عمر ہی ایک ایسی عمر ہے جس میں انسان پر جسمانی، فکری اور عقلی حیثیت سے بڑی تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہوتی ہیں۔ اِنسانی جسم نشوونما اور اِرتقا کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ ہر لمحہ نئے تجربات اور تازہ احساسات عقل و فکر کے دریچے کھولتے جاتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ شعور واِدراک کی نت نئی منازل بھی طے ہونا شروع ہو جاتی ہے جس کی بنا پر انسان سوچ و فکر کی نئی راہیں متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسری طرف جذبات کی شدت فیصلوں میں عجلت پر مجبور کرتی ہے۔ ان اَحوال میں نوجوانوں کو ایسے مربیوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اعلیٰ اور لطیف حکمت و بصیرت کے ساتھ اِعتدال کا دامن اُن کے ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیں۔ بڑے احتیاط اور صبر و تحمل کے ساتھ صراطِ مستقیم کی طرف لے چلیں۔ اب ہم ایک مربی کے لیے ہم ان پانچ اَہم ترین اَسباب کا ذکر کرتے ہیں جو آج کل کے نوجوانوں کے بگاڑ میں نمایاں کردار اَدا کرتے ہیں تاکہ بعد میں حسبِ حال اِصلاح ممکن ہو سکے۔

۱۔ فراغت

نوجوانوں کی تباہی و ہلاکت کا اَہم ترین سبب فراغت ہے۔ جسم انسانی کو اللہ تعالیٰ نے اصلاً متحرک وفعال بنایا ہے۔ لہٰذا اس کی ساخت اور کیفیت تقاضا کرتی ہیں کہ یہ ہر دم حرکت میں

رہے۔ حرکت کا تعطل اس کے لیے فکری، عقلی بلکہ ظاہری اِعتبار سے بھی زہر قاتل ہے۔ فکری پراگندگی و اِنتشار، ذہنی رذالت و سطحیت، مجاہدانہ اُلوالعزمی کی بجائے کم حوصلگی، خواہشاتِ نفسانی اور وساوس شیطانی فراغت کے ہی کرشمے ہیں، کیونکہ جسم نے تو اپنے تقاضے کے مطابق حرکت میں رہنا ہی ہے۔ اب وہ حرکت بالخصوص اس وقت جب اسے شدتِ جذبات کی پشتیبانی بھی حاصل ہو تو بجائے مثبت اور تعمیری کاموں پر لگنے کے وہ منفی اور تخریبی اُمور سرانجام دیتی ہے۔ جس سے معاشرتی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور مسلّمہ اَقدار کی بے حرمتی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ ایسے نوجوانوں کو ذہنی یا عملی طور پر ان صلاحیت کے مطابق مصروف رکھا جائے۔ تعلیمی، فنی، تجارتی، انتظامی یا دیگر سرگرمیوں میں سے کسی کی طرف لگا دیا جائے۔

۲۔ بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان دوری

نوجوانوں کی بے راہ روی میں اس فاصلے اور بُعد کا بھی بڑا حصہ کار فرما ہے جو ہمارے معاشرے میں بڑی عمر کے لوگ چھوٹی عمر والوں کے درمیان حائل رکھتے ہیں۔ چاہے وہ نوجوان اُن کے اپنے خاندان سے تعلق رکھتے ہوں یا دوسروں سے۔ وہ بلا تفریق اُن سے بُعد اور دوری ہی اختیار کرتے ہیں۔ آپ بوڑھوں کو دیکھیں جب وہ نوجوانوں کی بے راہ روی اور اِنحراف کا مشاہدہ کرتے ہیں تو کہیں گے: 'بس جی آج کل دے منڈیاں تو اللہ دی پناہ' گویہ حیرت کدہ ہیں اور نوجوانوں کی اِصلاح سے مایوس و نااُمّید نظر آئیں گے۔

بڑوں کے ایسے رویے سے پھر نوجوان بھی ان سے دوری کو ہی عافیت محسوس کرتے ہیں۔ پھر وہ خواہ کوئی بھی حالات چاہے بہتری یا بدتری کے، ان معاملات میں بڑوں کو اپنے ساتھ شامل نہیں کرتے اور اپنے تئیں ان کا سامنا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر اکثر تو حالات کی رو میں بہہ جاتے ہیں اور جن چند ایک کو پائے ثبات نصیب ہوتا ہے، وہ بھی گرتے گرتے سنبھلتے ہیں اور بوڑھوں نے تو اُن سب کی خرابی کے بارے میں ایک نفسیاتی سا کلیہ بنالیا ہوتا

ہے جس سے معاشرتی دوریاں جنم لیتی ہیں، منفی رویے تشکیل پانا شروع ہوجاتے ہیں، نوجوان بوڑھوں کو اور بوڑھے نوجوانوں کو بنظرِ حقارت دیکھنا شروع کردیتے ہیں۔ دونوں گروہوں کے انہی رویوں کی وجہ سے کئی طرح کے خطرات معاشرے کے دروازے پر دستک دینا شروع کردیتے ہیں۔

اِس مشکل کا حل یہ ہے کہ دونوں گروہوں کے رویوں میں حسبِ ضرورت تبدیلیاں پیدا ہوں۔ بجائے فراق و بعد کے قربت و اِتحاد ہو۔ پورا معاشرہ جسدِ واحد کی طرح اپنے اَندر یگانگت کو جنم دے اور یہ شعور معاشرے کے ہر فرد میں رچ بس جائے کہ تمام اَفراد معاشرہ ایک ہی جسدِ واحد کے مختلف اَعضا ہیں۔ ایک کی خرابی و فساد تمام کی بربادی کا سبب بنے گی۔ بوڑھوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دلوں میں نوجوانوں کی اصلاح کا درد پیدا کریں، ان کے بارے میں حسرت و یاس ترک کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قدرتِ تامّہ رکھتا ہے۔ کتنے ہی وہ لوگ ہیں جو ضلالت و گمراہی کے قعرِ مذلت میں گرے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں منارۂ نور اور شمع ہدایت بنا دیا۔

دوسری طرف نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ بوڑھوں کے بارے میں اپنے روّیوں میں تبدیلی لائیں، ان کی آرا کا اِحترام کریں۔ اُن کی طرف سے پیش کردہ مسائل و معاملات کی توجیہات کو قبول کریں کیونکہ وہ بڑے تجربات کا ماحاصل ہوتی ہیں۔ وہ زندگی کے ان تلخ حقائق سے گزرے ہوتے ہیں جن سے ابھی تک نوجوان دوچار نہیں ہوتے۔ اس طرح جب بوڑھوں کی فکر اور حکمت و دانائی نوجوانوں کی رہبر و رہنما بنے گی تو معاشرہ ترقی اور عروج میں آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگے گا۔

۳۔ گمراہ لوگوں کی صحبت

نوجوانوں کی گمراہی کا تیسرا سبب اُن کی ایسے لوگوں کے ساتھ صحبت اور میل جول رکھنا ہے جو گمراہ ہیں۔ صحبت ان عوامل میں سے سب سے زیادہ مؤثر ترین عامل ہے جس سے نوجوان متأثر ہوتے ہیں۔ یہ چیز ان کی عقل و فکر اور رویوں کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔ آں

حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «المرء على دين خليله ينظر أحدكم من يخالل»[1] یعنی آدمی اپنے ہم نشین سا طرزِ زندگی اپناتا ہے چنانچہ کسی کی ہم نشینی سے پہلے اس کے بارے میں غور کرلو کہ وہ کیسا ہے؟ اور آپ ﷺ نے ایک جگہ فرمایا:

«مثل الجليس السوء كنافخ الكير أما أن يحرق ثيابك واما أن تجد منه رائحة كريحة»[2] "برے مجلسی کی مثال لوہار کی بھٹی کی طرح ہے یا تو وہ تیرے کپڑے جلادی گی یا پھر تو اس کے دھوئیں کو چکھ لے گا۔"

صحبتِ صالح راصالح کند　　　صحبتِ طالع راطالع کند

اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ نوجوانوں کو چاہیے ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کریں جو نیکی اور بھلائی کا سرچشمہ ہوں اور عقل و دانش کا پیکر ہوں تا کہ اُن سے کسبِ خیر ،اِصلاح اَحوال اور عقل کو جلا بخشی جائے۔ اس لیے کسی صحبت سے پہلے اس معاملات اور رویوں کو خود بھی پرکھنا اور دوسرے لوگوں سے بھی سن لینا چاہیے۔ اگر تو وہ صاحبِ اخلاق، صاحبِ دین اور اعلیٰ کردار کا مالک ہو اور لوگ بھی اسے اچھا کہیں یعنی دید شنید دونوں ہی بہتر ہوں تو اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ، تعلقات اِستوار کرو۔ اس کے برعکس اگر وہ بداَخلاق اور بدکردار ہے تو اس سے دوری اختیار کر جاؤ۔ چاہے وہ اپنی صورت میں چاند سے زیادہ خوبصورت ہو، اپنی باتوں میں شہد سے زیادہ شیرینی رکھتا ہو، اپنی شخصیّت اور ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے کمال کو پہنچا ہوا ہو تو پھر بھی اس سے اجتناب کرو۔ کیونکہ یہ تمام ظاہری خوبیاں شیطان، بندگانِ الٰہ کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ اس کی ظاہری چمک دمک نظروں کو خیرہ کردیتی ہے۔ سو اس وجہ سے لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ بدقسمت شیطان کے لیے آلہ گمراہی اور فسق وفجور ہوتا ہے ؎

اب کسی پوشاک میں کردار کی خوشبو نہیں رہی
چھپ گئی ہے انسان کی پہچان ملبوسات میں!

۱　سنن ابوداود: رقم ۴۱۹۳
۲　صحیح بخاری: ۵۱۰۸

۴۔ منفی کتابوں کا مطالعہ اور انٹرنیٹ کا غلط استعمال

نوجوانوں کی گمراہی کا چوتھا سبب ایسے رسائل و مجلّات، اخبارات اور کتابیں وغیرہ پڑھنا ہے، جو ایک نوجوان کے دل میں اس کے عقائد و نظریات کے بارے تردّد و شک کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ اسے اَخلاقِ رذیلہ پر آمادہ کرتے اور کفر و فسق میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بالخصوص اس وقت جب کسی فرد کی تربیت پر ثقافت اِسلامیہ کے اَثرات اچھی طرح مرتب نہ ہوں، اور وہ اپنے دین کے فہم کے حوالے سے ایسی بصیرت سے محروم ہو جو حق و باطل کے درمیان اچھی طرح خطِ امتیاز کھینچ سکے اور اپنے لیے نافع و ضرر رساں کا گہرے شعور کے ساتھ اِدراک کر سکے۔ اس طرح کی کتابوں کا مطالعہ نوجوان کو ایڑیوں سے پھیر دیتی ہے اور وہ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ان گمراہیوں کو نہ چاہتے ہوئے قبول کر بیٹھتا ہے۔

اس مشکل کا حل یہ ہے کہ نوجوان ایسی تخریبی کتابوں کے مطالعہ سے گریز کرے اور ان کتابوں کے مطالعے میں غرق ہو جو اُس کے دل کو محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ کا سرچشمہ بنا دے اور اس کے ایمان و عمل صالح کی جڑیں مضبوط کر دے، پھر صرف ایسی ہی کتابیں پڑھنے پر اکتفا کرے۔ دوسری قسم کی منفی رجحانات پیدا کرنے والی کتابوں سے گریز کرے تو پھر آہستہ آہستہ وہ محسوس کرے گا کہ پہلے منفی اثرات مرتب کرنے والی کتب پڑھنے کی وجہ سے اس کے دل و دماغ میں تشکیک و تردّد کے جو کانٹے چبھ گئے تھے، وہ نکل رہے ہیں۔ اسے اَندازہ ہوتا جائے گا کہ وہ شک و اِضطراب کی دنیا سے باہر آرہا ہے۔ اس کا سرکش نفس اللہ، رسول ﷺ کی اطاعت پر آمادہ ہو رہا ہے، اس کا دل لہو و لعب کی دنیا سے اُچاٹ ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم ترین کتاب 'کتاب اللہ' ہے اور جو ان کی تفسیر و بیان پر مشتمل ہیں، چاہے وہ تفسیر بالمنقول ہو یا تفسیر بالرائے المحمود ہو۔ اسی طرح سنت رسول ﷺ کا مطالعہ بھی اِنتہائی ضروری، نفع بخش اور مفید ہے، پھر وہ کتابیں جو ایسے استدلال و استنباط اور فقہی مسائل پر مشتمل ہوں جو علمائے ربانیین نے ان دونوں مصادرِ اَصلیہ و اساسیہ سے نکالے ہیں۔

۵۔ اِسلام کے بارے میں بد گمانیاں

دورِ جدید میں مغربی فلسفہ و فکر کے تسلط کی وجہ سے نوجوان طبقہ فکری طور پر اِسلام کے بارے میں بہت سی بد گمانیوں کا شکار ہوا ہے۔ چنانچہ مغربی فلسفے کے تمام اِعتراضات کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو اسلام کے حوالے سے مجموعی طور پر یہ تاثر ابھرتا ہے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کی آزادی سلب کر کے اسے فکری و عملی لحاظ سے قید کر کے رکھ دیتا ہے، ترقی کے دروازے مسدود کر دیتا ہے، صلاحیتوں پر بندشیں عائد کر دیتا ہے اور انسان کو دقیانوس بنا دیتا ہے۔ یہی وہ اعتراض و خدشات ہیں جو دورِ جدید کے نوجوانوں کے قلب و ذہن پر طاری و مسلط ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اسلام سے بباطن یا بظاہر اظہارِ بیزاری اور برات کا اظہار کر دیتا ہے۔ نعوذ باللہ

اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ ایسے نوجوانوں کے سامنے اسلام کے حقائق سے پردہ کشائی کی جائے۔ کیونکہ وہ اسلام کے بارے میں پہلے تو بطریق اَحسن آگاہی ہی نہیں رکھتے ہوتے اور اگر رکھتے بھی ہیں تو وہ بھی ناقص و کم علمی پر مبنی ہوتی ہے۔ ایسے نوجوانوں کو سمجھایا جائے کہ اسلام لوگوں کی آزادیاں سلب نہیں کرتا بلکہ ان کے اَندر نظم و ضبط پیدا کرتا ہے اور اپنے اَحکام کی معتدل، بہترین توجیہات پیش کرتا ہے تاکہ ایک انسان کی آزادی دوسروں کی آزادی کو متاثر نہ کرے، کیونکہ جب ہم ایک انسان کی منشا کے مطابق اسے شتر بے مہار آزادی دیں گے تو وہ دوسروں کے لیے بہت زیادہ پریشانی پیدا کرے گی۔ ایسے معاشرے میں تصادم رونما ہو جائے گا اور لاقانونیت چھا جائے گی پھر فساد و بربریت آئے گی۔ اگر آپ غور فرمائیں تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام شریعت کو لفظ 'حدود' سے تعبیر فرمایا ہے۔ اللہ جب کسی کام سے منع کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾

''یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے قریب بھی نہ بھٹکو۔''

اسی طرح اللہ جب کسی کام کے کرنے کا حکم فرماتے ہیں تو بھی کہتے ہیں: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ ''یہ اللہ کی حدیں ہیں ان میں تجاوز نہ کرو۔''

لہٰذا بات کرتے وقت اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے کہ قید اور نظم و ضبط کے تقاضوں کے

درمیان فرق ہوتا ہے۔ اگر آپ اس نظم و ضبط کو بھی قید ہی کہیں گے تو پھر اس عُقدے کو کیسے حل کریں گے کہ اس کائنات کے اُمورِ کونیہ کے اَندر یہی نظم و ضبط ہے بلکہ انسان خود اپنی فطرت و طبیعت کے اعتبار سے ایک نظم طبعی کا پابند ٹھہرایا گیا ہے۔ انسان بھوک، پیاس کے سامنے بے دست وپا ہے، اس کے لیے وہ کھانے، پینے کے ایک وسیع نظام کا پابند ہے، وہ مجبور و مضطر ہے کہ وہ مخصوص اَقسام کی ہی چیزیں کھاپی سکتا ہے۔ پھر ان کی مخصوص مقدار اور مخصوص کیفیت کے ساتھ ہی کھا سکتا ہے۔ یعنی وہ گھاس کو اپنی خوراک نہیں بنا سکتا، وہ باسی اور خراب کھانا نہیں کھا سکتا، اسی طرح وہ ایک مخصوص مقدار سے زیادہ کھانا نہیں کھا سکتا۔ اگر اس کے مخالف چلے گا تو اپنے جسم کی سلامتی و صحت کھو بیٹھے گا۔

چنانچہ اسی طرح اپنا اجتماعی اور معاشرتی نظم برقرار رکھنے کے لیے اِنسان نظم و ضبط یا قوانین و ضوابط کا پابند ہوتا ہے۔ اپنے آپ معاشرتی وحدت میں پرونے کے لیے متعلقہ معاشرے کے رسوم و رواج، عادات و اَطوار اور مجلس کے آداب کی پاسداری کرتا ہے۔ اپنے لباس کی تراش خراش، اپنے گھر کی شکل و ہیئت، اسی طرح سڑکوں اور راستوں کے قوانین کی پابندی انسان کرتا ہے اور ان رسوم و قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر اسے اخلاقی یا قانونی سزا بہرحال بھگتنا پڑتی ہے۔ اور ان قوانین و رسوم کی بندش در اصل انسان کو اس لیے محسوس نہیں ہوتی، کیونکہ وہ ان سے مانوس ہو چکا ہوتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو زندگی ساری کی ساری حدود و ضوابط میں جکڑی ہوئی ہے، کیونکہ اگر ایسے نہیں ہو گا تو معاملات کیسے چلیں گے اور اُنہیں اپنے مطلوبہ اَنجام تک کیسے پہنچایا جائے۔ معاشرے کی اصلاح اور لاقانونیت ختم کرنے کے لیے ایک اجتماعی نظم کی پیروی کرنا ہی پڑتی ہے، کوئی شہری اس کی مخالفت نہیں کرتا۔

بس ایسے ہی اِصلاحِ اُمت کے لیے شرعی قوانین کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ لٰہذا یہ کہنے کا کوئی جواز ہی نہیں رہتا کہ اسلام انسانی آزادی سلب کرلیتا ہے۔ یہ تو اسلام پر ایک بہت بڑا بہتان ہے اور اس طرح کا گمان رکھنے والا اللہ کی عدالت میں مجرم ہو گا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ اسلام انسانی صلاحیتیں محدود کر کے رکھ دیتا ہے۔ اُنہیں ترقی اور نشوونما کے مواقع فراہم

نہیں کرتا جبکہ حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ انسان کی صلاحیتوں کے ارتقا کے لیے اِسلام نے فکری، ذہنی اور جسمانی طور پر ایک وسیع میدان چھوڑا ہے جس میں کودنے کے بعد انسانی نئی جولانیوں ذہن نئے افقوں سے روشناس ہوتے ہیں پھر جسم انسانی نئی قوتوں اور حرارتوں کا ملجا بن جاتا ہے۔ چنانچہ اسلام انسان کو سوچنے اور غوروخوض کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ اس کی فکری وعقلی صلاحیتوں کو جلابخشی جائے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ﴾[1]

"اے نبی ﷺ! ان کہو کہ ' میں تمہیں بس ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ کے لئے تم اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا دماغ لڑاؤ اور سوچو۔"

اِسلام صرف غور و فکر کی ہی دعوت نہیں دیتا بلکہ وہ تو ان لوگوں کو معیوب گردانتا ہے جو اَپنی عقل و فکر سے کام نہیں لیتے:

﴿ اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ﴾[2]

"کیا ان لوگوں نے آسمان وزمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے، آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا؟"

﴿ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾[3]

"جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو ہم الٹ ہی دیتے ہیں کیا (یہ حالات دیکھ کر) اُنہیں عقل نہیں آتی؟"

اَب آپ خود ہی انصاف سے فیصلہ فرمائیں جو اِسلام اتنی زیادہ غوروخوض کی دعوت دیتا ہو، بھلا کیسے ممکن ہے وہ انسانی صلاحیتوں کی نشوونما کو روک کر رکھ دے!!

﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ ﴾[4]

"بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے، وہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔"

١ سورۃ سبا:۴۶
٢ سورۃ الاعراف:۱۸۵
٣ سورۃ یٰسین:۶۸
٤ سورۃ الکہف:۵

پھر اسی طرح اِسلام نے بدنی وجسمانی نشوونما کے لیے ہر اس چیز کی اِجازت مرحمت فرما دی ہے جو انسان کو بدنی، دینی اور عقلی لحاظ سے کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ ﴾[1]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر اداؤ کرو۔"

اسلام نے وہ تمام ملبوسات زیب تن کرنے کی اجازت دی ہے حکمت اور فطرت کے مطابق ہیں: ﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ﴾[2]

"اے اولادِ آدم علیہ السلام! ہم نے تم پر لباس نازل کیا کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔"

اسی طرح اسلام نے معاشی میدان میں بھی انسان کی صلاحیتوں پر بندشیں عائد نہیں کیں بلکہ ہر اس بیع، تجارت اور ذریعہ آمدنی کو جائز قرار دیا ہے جو عدل و انصاف اور باہمی رضامندی کے ساتھ سرانجام پائے: ﴿ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ ﴾[3]

"حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔"

حرفِ معذرت: ماہ نامہ 'محدث' کی اشاعت میں سالِ رواں کے آغاز سے ہی بے قاعدگی چلی آرہی ہے۔ اور اس سال تمام شمارے دو ماہ کے مشترکہ شائع ہوئے ہیں۔ زیر نظر شمارہ بھی اگست اور ستمبر ۲۰۱۲ء کا مشترکہ شمارہ ہے۔ اللہ عزوجلّ سے دعا ہے کہ محدث کی اشاعت اسی طرح ماہوار بنیادوں پر باقاعدگی سے جاری ہو جائے۔ آمین!

۱ سورۃ البقرۃ: ۱۷۲
۲ سورۃ الاعراف: ۲۶
۳ سورۃ البقرۃ: ۲۷۵